



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۗ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ -

(سورة الجمعة: آیت نمبر 10)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن کے ایک حصے میں نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔



حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: سورہ جمعہ کے یہ آخری رکوع کی آیات ہیں جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے جمعوں کی اہمیت کے بارے میں کھول کر بیان فرمادیا۔ پس جمعے پر حاضری اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ جمعہ کی نماز کی طرف بلایا جائے تو کسی قسم کی سستی نہ دکھاؤ بلکہ فوری توجہ دیتے ہوئے جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہو جاؤ چاہے جتنی بھی مصروفیت ہے، تجارت کا انتہائی وقت ہے اور اس وقت دنیاوی کام اور تجارت سے بے توجہی جو ہے ایک کاروباری آدمی کے لیے لاکھوں کروڑوں کے نقصان پر مبنی ہو سکتی ہے تو پھر بھی پروانہ کرو اور دنیا کے لاکھوں کروڑوں کے ممکنہ نقصان کی پروانہ کرتے ہوئے جمعے پر حاضر ہو جاؤ کیونکہ یہ جمعے کی نماز کی حاضری اور جامع مسجد میں جا کر جمعہ کی نماز ادا کرنا اور امام کا خطبہ سنا تمہارے لیے تمہاری تجارتوں سے، کاروباروں سے، دنیاوی کاموں سے، ہزاروں، لاکھوں گنا زیادہ بہتر ہے لیکن اس کا احساس اسے ہی ہو سکتا ہے جو اس کا صحیح فہم اور ادراک رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صحیح فہم و ادراک رکھنے والا یقیناً ان تجارتوں کو، کاروباروں کو ثانوی حیثیت دے گا۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ جمعے کی نماز کے بعد پھر تمہیں آزادی ہے۔ جاؤ اور اپنے دنیاوی کاموں اور کاروباروں میں بے شک مصروف ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دنیاوی کاموں میں بھی برکت عطا فرمائے گا لیکن یہاں پھر واضح فرمادیا کہ اپنی عبادتوں کو صرف جمعے تک ہی محدود نہیں رکھنا بلکہ خدا تعالیٰ تمہیں ہر وقت یاد رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف توجہ رکھو تو پھر تمہیں پہلے سے بڑھ کر کامیابیاں ملیں گی، دینی اور روحانی بھی اور دنیاوی بھی۔

(خطبہ جمعہ 31 مئی 2019ء)

اس شمارہ میں

در بارِ خلافت

آج کی دعا

فرش پر سجدے جنہیں اشکوں میں تر دیکھا ہے (منظوم)

خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 26 نومبر 2010ء



Online Edition

مدیر: ابو سعید

جمعة المبارک 17 جولائی 2020ء | 25 ذوالقعدہ 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شماره: 170



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنوں میں بہترین دن جن میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں وہ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن ہبوطِ آدم ہوا۔ یعنی جنت سے نکلے بھی۔ اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں مسلمان بندہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتا ہے۔ (ترمذی کتاب الجمعة باب فی الساعة التي ترحی فی یوم الجمعة)

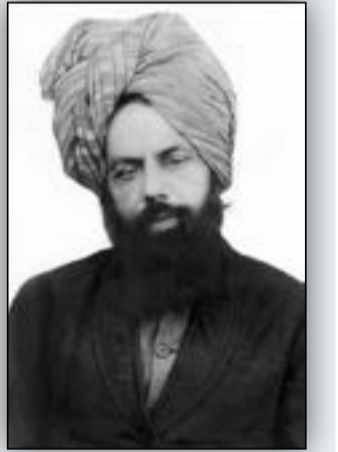


ہندوستان میں جمعہ ادا کرنے کے لئے سرکاری دفتروں میں دو گھنٹے کی رخصت ہوا کرے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ایک دفعہ عورتوں کے جمعہ پڑھنے کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو امر سنت اور حدیث سے ثابت ہے اس سے زیادہ ہم اس کی تفصیل کیا کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جب مستثنیٰ کر دیا تو پھر یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہی رہا۔ (یعنی جمعہ کا۔)

(الہدیر 11 ستمبر 1903ء صفحہ 366 جلد 2 نمبر 34)

پس مردوں پر تو بہر حال واجب ہے کہ اگر وہ مریض نہیں اور کوئی جائزہ مجبوری نہیں تو بہر حال جمعہ پر آنا ہے۔



حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کی اہمیت کے بارے میں بتایا اور اسی اہمیت کے پیش نظر آپ نے اپنے زمانے میں 1895-96ء میں گورنمنٹ میں ایک تحریک کرنی چاہی کہ ہندوستان میں جمعہ ادا کرنے کے لئے سرکاری دفتروں میں دو گھنٹے کی رخصت ہوا کرے اور مسلمانوں سے دستخط لینے شروع کر دیئے۔ لیکن اس وقت مولوی محمد حسین صاحب نے ایک اشتہار دیا کہ یہ کام تو اچھا ہے لیکن مرزا صاحب کے ہاتھ سے یہ کام نہیں ہونا چاہئے، ہم خود اس کو سرانجام دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمیں تو کوئی نام و نمود کا شوق نہیں ہے۔ آپ خود کر لیں۔ اور پھر آپ نے کارروائی بند کر دی۔ لیکن پھر نہ مولوی محمد حسین صاحب کو، نہ کسی دوسرے مسلمان عالم کو یہ توفیق ہوئی کہ اس پر کارروائی ہو اور وہ کارروائی آگے نہیں چلی۔

(ماخوذ از ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق، رخصت برائے نماز جمعہ صفحہ 42-43)

”روز جمعہ ایک اسلامی عظیم الشان تہوار ہے اور قرآن شریف نے خاص کر کے اس دن کو تعطیل کا دن ٹھہرایا ہے اور اس بارے میں خاص ایک سورۃ قرآن شریف میں موجود ہے جس کا نام سورۃ الجمعة ہے اور اس میں حکم ہے کہ جب جمعہ کی بانگ دی جائے تو تم دنیا کا ہر ایک کام بند کر دو اور مسجدوں میں جمع ہو جاؤ اور نماز جمعہ اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرو اور جو شخص ایسا نہ کرے گا وہ سخت گنہگار ہے اور قریب ہے کہ اسلام سے خارج ہو اور جس قدر جمعہ کی نماز اور خطبہ سننے کی قرآن شریف میں تاکید ہے اس قدر عید کی نماز کی بھی تاکید نہیں۔“

(الحکم 24 جنوری 1903ء صفحہ 5-6)

فرش پر سجدے جنہیں اشکوں میں تر دیکھا ہے

پیار سے دیکھا جو اللہ کا گھر دیکھا ہے
مسجدِ فضل و مبارک کو دگر دیکھا ہے
نوروں نہلائے بدن، روحیں معطر جن کی
ان فرشتوں سا کوئی کم ہی بشر دیکھا ہے
عرش تک ہوں جو رسا ایسی دُعائیں دیکھیں
فرش پر سجدے جنہیں اشکوں میں تر دیکھا ہے
کچھ تو بیماری دل آج مرے کام آئی
خود مسیحا نے مرے آ کے ادھر دیکھا ہے
بُوئے گل ناز کرے اس کو چمن میں پا کر
اس کی خوشبو کا ہوا ایسا سحر دیکھا ہے
تھام پایا نہ دل اپنا، نہ اٹھی پھر سے نگاہ
جس کسی نے بھی اُسے ایک نظر دیکھا ہے
یوں تو گفتر میں ٹھہراؤ مگر خندہ دہن
نورِ دیں اس میں کہیں فضلِ عمر دیکھا ہے
دیں کی نصرت کے لئے ہمتِ مرداں اس میں
ناصرِ دیں بھی ہے طاہر کا اثر دیکھا ہے
بانٹتا پھرتا ہے لوگوں میں جواہر، ہر دم
خیرہ کردے جو نگہ، ایسا گھر دیکھا ہے
خوش نصیب آگئے، سب ایسے شجر کے نیچے
ہے اماں سائے میں، بیٹھے ہیں ثمر، دیکھا ہے
حوصلہ تم بھی کرو، ہاتھ بڑھاؤ طارق
پیار مشتاق نگاہوں میں اگر دیکھا ہے

(ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن)

دربارِ خلافت



کسی کے گھر جاتے وقت اونچی آواز میں سلام کہا جائے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:-
”..... اب اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے جو اخلاق کے معیاروں کو اونچا کرنے کے لئے بھی ضروری ہے، فساد اور شکوک و
شہات کو ختم کرنے کے لئے بھی ضروری ہے اور ایک دعا بھی ہے جس سے ایک دوسرے کے لئے پیار و محبت کے جذبات
ابھرتے ہیں اور یہ حکم اُس وقت سلام کہنے کا ہے جب تم کسی کے گھر جاؤ۔ بجائے اطلاع دینے کے دوسرے طریقے اپنانے
کے، بہترین طریقہ کسی کے گھر پہنچ کر اطلاع دینے کا یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ گھر والوں کو اونچی آواز میں
سَلَام کیا جائے۔ بعض امیر لوگ جن کی بڑی بڑی کوٹھیاں ہیں یا ایسے بھی گھروں والے ہیں جن کے گھروں میں گھنٹی بجنے کی
آواز نہیں پہنچ سکتی تو انہوں نے گیٹ پر فون لگائے ہوتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے پیغام پہنچایا جائے۔ اگر گھنٹی بجائی
ہے تو جب بھی گھر والا پوچھے تو پہلے سَلَام کیا جائے پھر نام بتایا جائے۔ یہ ایک ایسا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم
میں اس کی ہدایت فرمائی ہے۔ فرماتا ہے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى
أَهْلِهَا ذُكْرًا ذِكْرًا لَكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (النور: 28) کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے
گھروں میں داخل نہ ہو کرو، یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں پر سلام بھیجو۔ یہ تمہارے لئے بہتر
ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ اور یہ سلام بھیجنا بھی ایک دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جس کے بارے میں میں آگے
بیان کروں گا۔ اب سلامتی پھیلانے کے لئے یہ بڑا پُر حکمت حکم ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کس طرح مومنین
کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔

پہلی چیز تو یہ ہے کہ اونچی آواز میں سَلَام کرنے سے اجازت کا عندیہ لیا جائے گا۔ اگر اجازت مل جاتی ہے تو پھر ٹھیک
ہے ورنہ اگر اہل خانہ اپنی مصروفیت یا کسی اور وجوہات کی بنا پر ملنا نہیں چاہتے تو دوسری جگہ حکم ہے کہ پھر بغیر بُر امنائے
واپس آ جاؤ۔ ہمارے معاشرے میں بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ جواب نہ آئے تو مزید تجسس کرتے ہیں، بعض دفعہ
تاکا جھانکی تک کر لیتے ہیں تو یہ بڑی بری عادت ہے۔ اس سے بعض دفعہ فساد پھیلتے ہیں۔“
(خطبہ جمعہ فرمودہ 25/ مئی 2007ء) (الفضل انٹرنیشنل 15/ جون تا 21/ جون 2007ء)

آج کی دعا

اللَّهُمَّ اجْعَلْ سَمِيرَتِي حَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِي وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِي صَاحِبَةً لِلَّهِمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ صَاحِبِ مَا
تُوْتِي النَّاسَ مِنَ الْأَهْلِ وَالنَّالِ وَالْوَلَدِ غَيْرِ النَّصَالِ وَلَا الْبُضْلِ (ترمذی ابواب الدعوات)
ترجمہ: ”اے اللہ! میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کر دے اور میرا ظاہر نیک بنا دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے دنیا
میں تیری عطاؤں میں سے ایسے نیک اہل و عیال اور پاک مال اور صالح اولاد مانگتا ہوں جو نہ گمراہ ہونے والے ہوں،
نہ گمراہ کرنے والے ہوں۔“

یہ پیارے رسول کریم ﷺ کی حصولِ خیر اور صالح اولاد کی پاکیزہ دعا ہے۔
حضرت مسیح موعودؑ اولاد کے حق میں التزائم دعائیں مانگتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:-
”پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خادم بنیں“

(ملفوظات جلد 2)

آپ فرماتے ہیں۔

عیال کر انکی پیشانی پہ اقبال
نہ آوے انکے گھر تک رعبِ دجال
بچانا انکو ہر غم سے بہر حال
نہ ہوویں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پامال
یہی امید ہے دل نے بتا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِي آخِرَى الْأَعَادِي

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 26/ نومبر 2010ء بمطابق 26/ نبوت 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ مورڈن

حضرت مسیح موعودؑ کے غیر معمولی صبر اور تحمل کے پُر اثر واقعات

پس نبوت کے دعوے سے بھی پہلے، بیعت لینے سے بھی پہلے بلکہ ابتدا میں ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کے اعلیٰ خلق کی جو تلقین فرمائی تھی اس کا اظہار اور اس پر عمل آپ کی زندگی کے آخری لمحہ تک جاری رہا۔ جس کی بعض مثالیں جیسا کہ میں نے کہا میں پیش کروں گا۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ 1898ء میں مولوی محمد حسین صاحب نے اپنا ایک گالیوں کا بھرا ہوا رسالہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور بھیجا۔ اپنی رپورٹ میں وہ لکھتے ہیں کہ میں نے 27 جولائی 1898ء کے الحکم میں اس کیفیت کو درج کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ آج قریباً تیس سال ہوئے جب اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوصلہ، ضبط نفس اور توجہ الی اللہ پر غور کرتے ہوئے پڑھتا ہوں تو میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل جاتے ہیں۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از مولانا یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ 463-462) بے تحاشا گالیوں سے بھرا ہوا رسالہ تھا آپ نے اُس کے جواب میں پورے حلم اور حوصلہ اور صبر و تحمل کا اظہار کیا۔ آپ کے سکون خاطر اور کوہ وقاری کو کوئی چیز جنبش نہ دے سکتی تھی۔ بڑی پرسکون طبیعت تھی۔ بڑی باوقار طبیعت تھی۔ یعنی اس طرح کہ جس طرح پہاڑ ہو۔ گویا کہ وہ ایک عظیم شخصیت تھے۔ وقار کا ایک پہاڑ تھے اور یہ ثبوت تھا اس امر کا کہ کسی قسم کی گالیوں کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ یعنی کبھی یہ نہیں ہوا کہ وقاری دکھاتے ہوئے گالیوں کے جواب میں، گالیوں کا جواب آپ کی طرف سے جائے۔ فرماتے ہیں کہ یہ ثبوت تھا اس امر کا کہ خدا تعالیٰ کی وحی جو آپ پر ان الفاظ میں نازل ہوئی تھی کہ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَرْشِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف: 36) فی الحقیقت خدا کی طرف سے تھی اور اسی خدا نے وہ خارق عادت اور فوق الفطرت صبر اور حوصلہ آپ کو عطا فرمایا تھا جو اولوالعزم رسولوں کو دیا جاتا ہے۔ قبل از وقت خدا تعالیٰ نے متعدد فتنوں کی آپ کو اطلاع دی تھی اور وہ فتنے اپنے اپنے وقت پر پوری شدت اور قوت کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ مگر کسی موقعہ اور مرحلہ پر آپ کے پائے ثبات کو جنبش نہ ہوئی۔ (ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از مولانا یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ 463-464)

پھر ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ یعقوب علی

جماعت میں چلتا چلا آ رہا ہے کہ جماعت اس اُسوہ کو، اس اہم خلق کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دعویٰ کے بعد ہر قسم کی سختیوں سے گزرنا پڑا لیکن آپ نے نہ صرف خود ہمیشہ حوصلے اور صبر کا مظاہرہ کیا بلکہ اپنے اصحاب کو بھی یہی کہا کہ اگر میرے ساتھ منسلک ہوئے ہو تو پھر وہ نمونے قائم کرنے ہوں گے جن کا اُسوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا اور جس پر چلتے ہوئے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کی تھی۔

اس وقت میں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے بعض واقعات پیش کروں گا کہ کس طرح آپ نے مختلف مواقع پر چھوٹی چھوٹی باتوں سے لے کر بڑی باتوں تک صبر کا نمونہ دکھایا۔ اپنے ماننے والوں کو بھی اس کی نصیحت کی اور بڑی سختی سے اس بارہ میں عمل کرنے کے لئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو براہ راست بھی مختلف وقتوں میں الہاماً اس اہم امر کی طرف توجہ دلائی کہ صبر اور اعلیٰ اخلاق کا دامن ہمیشہ پکڑے رہنا اور چاہے جو بھی حالات ہو جائیں، دشمن چاہے جیسی بھی ذلیل اور گھٹیا حرکتیں کرے، نقصان پہنچانے کے چاہے جتنے بھی حیلے اور وسیلے تلاش کئے جائیں اور عملاً نقصان پہنچائے، تمہارا صبر اور استقامت کا دامن کبھی نہیں چھوٹنا چاہئے۔ دعاؤں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے چلے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے انتظار میں رہو۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ابتلا اور آزمائشیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے وہ بندے اُن کو اللہ کی خاطر برداشت کرتے ہیں۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں آپ نے اس بارہ میں اپنے ایک الہام کا ذکر فرمایا ہے۔ اُس کے الفاظ یوں ہیں کہ اَلْفِتْنَةُ هُنَا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَرْشِ۔ اَلَا اِنَّهَا فِتْنَةٌ مِّنْ اللّٰهِ لِيُحِبَّ حُبًّا جَبًّا مِّنْ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْاَكْبَرِ۔ عَطَائِيْ غَيْرَ مَجْدُوْدٍ۔ اس جگہ فتنہ ہے۔ پس صبر کر جیسے اولوالعزم لوگوں نے صبر کیا۔ خبردار ہو۔ یہ فتنہ خدا کی طرف سے ہے تا وہ ایسی محبت کرے جو کامل محبت ہے۔ اُس خدا کی محبت جو نہایت عزت والا اور نہایت بزرگ ہے۔ وہ بخشش جس کا کبھی انقطاع نہیں ہوتا۔ (یعنی کبھی وہ ختم نہیں ہوتی)۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم روحانی خزائن جلد اول صفحہ 609-610 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ۔

گزشتہ خطبہ میں میں نے صبر کے عظیم خلق کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ حسنہ اور صحابہ علیہم السلام کی چند مثالیں نمونے کے طور پر پیش کی تھیں۔ یہ اعلیٰ خلق جس کے اپنانے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو تلقین فرمائی اور سب سے بڑھ کر اپنا اُسوہ پیش کیا، اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ پر عمل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھاتے ہوئے اور دعاؤں کے ذریعے وہی لوگ چاہ سکتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ پر کامل ایمان ہو، اُس پر توکل ہو۔ اس یقین پر قائم ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے صبر اور خالص ہو کر اس کے آگے جھکنے کی وجہ سے ضرور ہماری مدد فرمائے گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جو اس بات کا ادراک اور ایمان رکھتا ہو، یقین رکھتا ہو۔ اور پھر آپ کی قوت قدسی سے صحابہ کو یہ ادراک اور ایمان حاصل ہوا۔ پس انہوں نے اپنے اس عمل کی وجہ سے مختلف موقعوں پر یہ نظارے دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کس طرح ان کے شامل حال رہی۔ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق سے بڑھ کر اور کون اس بات کا فہم اور ادراک رکھ سکتا ہے کہ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کی روح کیا ہے؟ اور یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب میں پیدا کرنے کی کوشش فرمائی اور پیدا کی۔ مختلف ارشادات اور تحریرات کے ذریعے اپنی جماعت کی تربیت کے لئے اُن کو اس خلق پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔

پس آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کی یہ جماعت ہے جو اس تربیت کی وجہ سے صبر و استقامت کے نمونے دکھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے صرف اور صرف اسی کے حضور اپنے دل کی حالت پیش کرتی ہے۔ اور یہ سب عملی رنگ میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کر کے دکھایا اور اس تربیت کا یہی اثر اب تک

کسی کا کلام کیسا ہی بیہودہ اور بے موقع ہو اور کسی کا کوئی مضمون نظم میں یا نثر میں کیسا ہی بے ربط اور غیر موزوں ہو، آپ نے سننے کے وقت یا بعد خلوت میں کبھی نفرت و ملامت کا اظہار نہیں کیا۔ (نہ سننے کے وقت، نہ بعد میں۔ کبھی علیحدگی میں اس شخص کے بارہ میں نفرت یا ملامت کا اظہار نہیں کیا)۔ کہتے ہیں بسا اوقات بعض سامعین اس دل خراش لغو کلام سے گھبرا اٹھے اور آپس میں نفرین کے طور پر کانا پھوسی کی ہے۔ اور مجلس کے برخاست ہونے کے بعد تو ہر ایک نے اپنے اپنے حوصلے اور ارمان بھی نکالے ہیں کہ یہ کیا بیہودگی ہو رہی تھی۔ (جو بھی غصہ آپس میں باتیں کر کے نکال سکتے تھے نکالتے رہے۔) مگر مظهر خدا کے حلیم اور شاکر ذات نے کبھی بھی ایسا کوئی اشارہ کنایہ نہیں کیا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشارہ بھی کبھی بات نہیں کی کہ کون مجھے کیا کہہ گیا تھا؟ (ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی صفحہ 44۔ پبلشر ابو الفضل محمود۔ قادیان)

پھر شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؒ ہی بیان فرماتے ہیں کہ 29 جنوری 1904ء کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے حضور ایک گالیاں دینے والے اخبار کا تذکرہ آیا کہ فلاں اخبار جو ہے بڑی گالیاں دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا صبر کرنا چاہئے۔ ان گالیوں سے کیا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے لوگ آپ کی مذمت کیا کرتے تھے اور آپ کو نعوذ باللہ مذمّم کہا کرتے تھے۔ تو آپ ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ میں ان کی مذمت کو کیا کروں۔ میرا نام تو اللہ تعالیٰ نے محمدؐ رکھا ہوا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ فرمایا کہ اسی طرح اللہ نے مجھے بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میری نسبت فرمایا ہے، يَحْمَدُكَ اللهُ مِنْ عَرَشِهِ یعنی اللہ اپنے عرش سے تیری حمد کرتا ہے، تعریف کرتا ہے اور یہ وحی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؒ صفحہ 450)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؒ پھر لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بالمشافہ زبانی گندے حملے ہی نہ ہوتے تھے (یعنی کہ آمنے سامنے سے ہی گندے حملے نہیں ہوتے تھے) اور آپ کی جان پر اس طرح کے بازاری حملوں پر ہی اکتفا نہ کیا جاتا تھا۔ آپ کے قتل کے فتووں اور منصوبوں پر پھر اس کے لئے کوششوں کو ہی کافی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ قتل کے لئے فتوے بھی موجود تھے۔ اس کے لئے منصوبے بھی بنائے گئے۔ کوششیں بھی کی گئیں اور صرف یہی نہیں بلکہ اخبارات اور خطوط میں بھی گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔ اور پھر اسی پر بس نہیں۔ ایسے خطوط عموماً بے رنگ آپ کو بھیج دیئے جاتے تھے، یعنی جس پر ٹکٹ نہیں لگایا جاتا تھا۔ ڈاک کے ذریعے سے خط بھیجے جاتے تھے اور ٹکٹ نہیں لگایا جاتا تھا۔ اگر ٹکٹ نہ لگا ہوا خط آئے تو جو خط وصول کرتا ہے وہ اس ٹکٹ کی جو postal stamp ہے اس کے پیسے ادا

آپ کے لئے کوئی نشان ظاہر کر دے گا اور آپ کو رہنمائی کرے گا وغیرہ وغیرہ۔ مگر میر صاحب کا غصہ اور بیباکی بہت بڑھتی گئی۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرت کے حلم اور ضبط نفس کو دیکھتے ہوئے میر عباس علی صاحب کی اس سُبک سری کو برداشت نہ کر سکا۔ جو زیادتی ہو رہی تھی، اس کو برداشت نہیں کر سکا کہ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا بڑا صبر اور حلم دکھا رہے تھے اور (مولوی عبدالکریم صاحب) کہتے ہیں، میں جو دیر سے بیچ و تاب کھا رہا تھا اور اپنے آپ کو بے غیرتی کا مجرم سمجھ رہا تھا کہ میرے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ اس طرح حملہ کر رہا ہے اور میں خاموش بیٹھا ہوں، مجھ سے نہ رہا گیا اور میں باوجود اپنی معذوری کے اس پر لپکا اور لکارا اور ایک تیز آواز اس پر کسا۔ (اونچی آواز میں اس کو لکارا) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اٹھ کر بھاگ گیا۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ضبط نفس اور حلم کا جو نمونہ دکھایا، میں اسے دیکھتا تھا اور اپنی حرکت پر منفعل ہوتا تھا۔ اور مجھے خوشی بھی تھی کہ میں نے اپنے آپ کو بے غیرتی کا مجرم نہیں بنایا کہ وہ میرے سامنے حضرت کی شان میں ناگفتنی باتیں کہے اور میں سنتا رہوں۔ کہتے ہیں گو بعد کی معرفت سے مجھ پر کھلا کہ حضرت کا ادب میرے اس جوش پر غالب آنا چاہئے تھا۔ (ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؒ صفحہ 445-444)

یعنی ادب کا یہ تقاضا تھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیٹھا تھا تو خاموش رہتا۔ گو بے شک جوش میرے دل میں تھا۔ بلکہ کئی ایسے موقعوں پر ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اصحاب میں سے کسی نے اٹھ کے کسی پر زیادتی کی یا جوش دکھایا تو آپ نے اس پر ناپسندیدگی اور ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا کہ غیروں کے ساتھ اس طرح نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک ہندوستانی جس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا اور اپنے تئیں جہاں گرد اور سرد و گرم زمانہ دیدہ و چشیدہ ظاہر کرتا تھا (اپنے آپ کو یہ سمجھتا تھا کہ میں دنیا میں بہت پھرا ہوا ہوں اور بڑا زمانہ دیکھا ہوا ہے اور ہر چیز کا مجھے علم ہے) ہماری مسجد میں آیا اور حضرت سے آپ کے دعوے کی نسبت بڑی گستاخی سے باب کلام وا کیا۔ تھوڑی گفتگو کے بعد کئی دفعہ کہا۔ آپ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ پر کہتا تھا کہ آپ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں اور میں نے ایسے مکار بہت دیکھے ہیں۔ (نعوذ باللہ)۔ اور میں تو ایسے کئی بغل میں دبائے پھرتا ہوں۔ غرض ایسے ہی بیباکانہ الفاظ کہے۔ مگر آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ بڑے سکون سے سنا کئے، اور پھر بڑی نرمی سے اپنی نوبت پر کلام شروع کیا۔

صاحب عرفانی مزید لکھتے ہیں کہ محبوب رایوں والے مکان کا واقعہ ہے۔ ایک جلسہ میں جہاں تک مجھے یاد ہے ایک برہمن لیڈر (غالباً انباش موزم دار بابو تھے) حضرت سے کچھ استفہار کر رہے تھے (ایک ہندو لیڈر استفہار کر رہے تھے، سوال پوچھ رہے تھے)۔ حضرت جواب دیتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک بد زبان مخالف آیا اور اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے بالمقابل نہایت دلآزار اور گندے حملے آپ پر کئے۔ کہتے ہیں وہ نظارہ اس وقت بھی میرے سامنے ہے۔ آپ منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے، جیسا کہ اکثر آپ کا معمول تھا کہ پگڑی کے شملے کا ایک حصہ منہ پر رکھ لیا کرتے تھے۔ پگڑی کا حصہ منہ پر رکھ دیا کرتے تھے۔ یا بعض اوقات صرف ہاتھ رکھ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ خاموش بیٹھے رہے، اس کی گالیاں سنتے رہے اور وہ شورہ پشت بکتا رہا۔ فساد طبعیت کا آدمی بولتا رہا۔ آپ اسی طرح پرست اور مگن بیٹھے تھے کہ گویا کچھ ہو ہی نہیں رہا یا کوئی نہایت ہی شیریں مقال گفتگو کر رہا ہے۔ اس ہندو لیڈر نے اسے منع کرنا چاہا مگر اس نے پرواہ نہ کی۔ حضرت نے ان کو فرمایا کہ آپ اسے کچھ نہ کہیں، کہنے دیجئے۔ آخر وہ خود ہی بکواس کر کے تھک گیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ برہمن لیڈر بے حد متاثر ہوا۔ اور اس نے کہا کہ یہ آپ کا بہت بڑا اخلاقی معجزہ ہے۔ اس وقت حضور اسے چُپ کر سکتے تھے۔ اپنے مکان سے نکلوا سکتے تھے (یعنی آیا بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جگہ پر تھا)۔ اور بکواس کرنے پر آپ کے ایک ادنیٰ اشارہ سے اُس کی زبان کاٹی جاسکتی تھی۔ مگر آپ نے اپنے کامل حلم اور ضبط نفس کا عملی ثبوت دیا۔ (ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؒ صفحہ 444-443)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جالندھر کے مقام پر وہ ”یعنی میر عباس علی صاحب! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور بیٹھے ہوئے اعتراضات کر رہے تھے۔ حضرت مخدوم الملت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس مجلس میں موجود تھے اور مجھے خود انہوں نے ہی یہ واقعہ سنایا۔ کہتے ہیں کہ مولانا نے فرمایا کہ میں دیکھتا تھا کہ میر عباس علی صاحب ایک اعتراض کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت شفقت اور رافت اور نرمی سے اس کا جواب دیتے تھے۔ اور جوں جوں حضرت صاحب اپنے جواب اور طریق خطاب میں نرمی اور محبت کا پہلو اختیار کرتے، میر صاحب کا جواب بڑھتا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی اور بے ادبی پر اتر آیا اور تمام تعلقات دیرینہ اور شرافت کے پہلوؤں کو ترک کر کے تو تو، میں میں پر آ گیا۔ میں دیکھتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حالت میں اسے یہی فرماتے: جناب میر صاحب! آپ میرے ساتھ چلیں۔ میرے پاس رہیں۔ اللہ تعالیٰ

اس کے جواب میں جب بھی موقع ملا سے فائدہ پہنچایا۔ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ میں اُس وقت بڈھائل کی طرف دیکھ رہا تھا (وہ شخص وہیں سامنے بیٹھا ہوا تھا)۔ اُس نے شرم کے مارے اپنا سر نیچے اپنی رانوں میں دیا ہوا تھا۔ اپنے گھٹنوں میں سر دیا ہوا تھا۔ اور اس کے چہرے کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔ وہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکا۔

(سیرۃ المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ 139-138 روایت نمبر 148 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

سچائی کے سامنے اگر اس طرح آمنے سامنے ہو جائیں تو کسی میں شرافت کی ہلکی سی بھی رمتق ہو، بے شک نقصان پہنچانے والا دشمن ہی ہو تو وہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ (آج کل کے جو دشمن ہیں ان کے اخلاق تو بالکل ہی تباہ و برباد ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان میں ذرا سی بھی شرافت کی رمتق نہیں۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؒ بیان فرماتے ہیں کہ 13 فروری 1903ء کو ایک ڈاکٹر صاحب لکھنؤ سے تشریف لائے۔ بقول ان کے وہ بغدادی الاصل تھے۔ اور عرصے سے لکھنؤ میں مقیم تھے۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ چند احباب نے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بغرض دریافتِ حال بھیجا ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پھر سوال و جواب کا سلسلہ شروع کیا۔ اُن کے بیان میں شوخی، استہزاء اور بیباکی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور ان کی باتوں کا جواب دیتے تھے۔ سلسلہ کلام میں ایک موقع پر انہوں نے سوال کیا کہ عربی میں آپ کا دعویٰ ہے کہ مجھ سے زیادہ فصیح کوئی نہیں لکھ سکتا۔ (سوال کرنے والے نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ فصیح عربی کوئی نہیں لکھ سکتا۔) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ ہاں۔ میرا دعویٰ ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے عربی زبان سکھائی ہے۔ کوئی نہیں لکھ سکتا۔ اس پر نو وارد نے نہایت ہی شوخی سے مستہزیانہ طریق پر (استہزاء کرتے ہوئے) کہا کہ بے ادبی معاف۔ آپ کی زبان سے توق (قاف) بھی نہیں نکل سکتا۔ (اس نے آگے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جواب دیا کہ آپ کہتے ہیں کہ میں بڑی اچھی عربی لکھ سکتا ہوں، میرے سے زیادہ کوئی نہیں لکھ سکتا۔ لیکن آپ کی زبان سے تو عربی میں ق (قاف) بھی ادا نہیں ہوتا۔) شیخ صاحب کہتے ہیں کہ میں خود اس مجلس میں موجود تھا۔ اس کا طریق بیان بہت کچھ دکھ دہ تھا۔ ایسا تکلیف دہ تھا کہ ہم اسے برداشت نہ کر سکتے تھے۔ مگر حضرت کے حلم کی وجہ سے خاموش تھے۔ لیکن حضرت صاحبزادہ مولانا عبداللطیف صاحب شہید مرحوم ضبط نہ کر سکے۔ وہ بھی وہاں مجلس میں بیٹھے تھے۔ وہ اس کی طرف لپک کر بولے کہ یہ حضرت اقدس ہی کا حوصلہ ہے۔ سلسلہ کلام کسی قدر بڑھ گیا (یعنی مولوی عبداللطیف صاحب شہید اور اس شخص کے درمیان تلخی زیادہ بڑھ گئی) اور یہ کہتے ہیں کہ قریب تھا دونوں گتھم گتھا ہو جائیں۔ حضرت

اس پر آپ نے یہ جواب لکھ کر بھیج دیا کہ اے میرے رب! اگر یہ شخص اپنے اس قول میں جو اس نے کتاب میں لکھا ہے سچا ہے تو تو اس کو معزز اور مکرم بنا دے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو پھر آپ ہی اس سے مواخذہ کر اور اس جھوٹ کی وجہ سے پکڑ۔ آمین۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کی۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ 463-462)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ”مجھے چوہدری حاکم علی صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب بڑی مسجد میں کوئی لیکچر یا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک سکھ مسجد میں گھس آیا اور سامنے کھڑا ہو کر حضرت صاحب کو اور آپ کی جماعت کو سخت گندی اور فحش گالیاں دینے لگا۔ اور ایسا شروع ہوا کہ بس چُپ ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔ مگر حضرت صاحب خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ اس وقت بعض طبائع میں اتنا جوش تھا کہ حضرت صاحب کی اجازت ہوتی تو اس کی وہیں تک بولٹی اڑ جاتی۔ مگر آپ سے ڈر کر سب خاموش تھے۔ آخر جب اس فحش زبانی کی حد ہو گئی تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ دو آدمی اسے نرمی سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیں مگر اسے کچھ نہ کہیں۔ اگر یہ نہ جاوے تو حاکم علی سپاہی کے سپرد کر دیں۔“

(سیرت المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ 258-257 روایت نمبر 281 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حافظ روشن علی صاحب نے بتایا کہ جب منارۃ المسیح کے بننے کی تیاری ہوئی تو قادیان کے لوگوں نے افسران گورنمنٹ کے پاس شکایتیں کیں کہ اس منارہ کے بننے سے ہمارے مکانوں کی پردہ دری ہوگی۔ (بے پردگی ہوگی) چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے ایک ڈپٹی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسجد مبارک کے ساتھ والے حجرے میں ملا۔ اس وقت قادیان کے بعض لوگ جو شکایت کرنے والے تھے، وہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ حضرت صاحب سے ڈپٹی کی باتیں ہوتی رہیں اور اسی گفتگو میں حضرت صاحب نے ڈپٹی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ بڈھائل بیٹھا ہے (ایک ہندو تھا اس کا نام تھا بڈھائل) آپ اس سے پوچھ لیں کہ بچپن سے لے کر آج تک کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ اسے فائدہ پہنچانے کا مجھے کوئی موقع ملا ہو اور میں نے فائدہ پہنچانے میں کوئی کمی کی ہو، (یعنی وہ شخص جو ہندو تھا کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ مجھے اس کو فائدہ پہنچانے کا موقع ملا ہو اور پھر میں نے اس میں کوئی کمی کی ہو بلکہ ہمیشہ اسے فائدہ پہنچایا ہے) اور پھر فرمایا کہ اسی سے پوچھیں کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے تکلیف دینے کا اسے کوئی موقع ملا ہو تو اس نے مجھے تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر چھوڑی ہو۔ (یعنی وہ جب بھی اس کو موقع ملا اس نے ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

کرتا ہے۔ سو لوگ اس طرح بغیر ٹکٹ لگائے خط بھیج دیا کرتے تھے اور اس کے پیسے بھی پھر اپنے پاس سے وصول کرنے والے کو دینے پڑتے تھے۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی ادائیگی کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ خدا کا برگزیدہ ان خطوط کو ڈاک کا محصول اپنی گرہ سے ادا کر کے لیتا تھا (جیسا کہ میں نے بتایا) اور جب کھولتا تھا تو ان میں اول سے لے کر آخر تک گندی اور فحش گالیوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ آپ ان پر سے گزر جاتے اور ان شریروں اور شوخ چشموں کے لئے دعا کر کے ان کے خطوط ایک تھیلے میں ڈال دیتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بنا لوی ان ایام میں اپنی مخالفت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور اس نے اپنی گالیوں پر اکتفا نہ کر کے سعد اللہ لدھیانوی، جعفر زٹی اور بعض دوسرے بے باک آدمیوں کو اپنا رفیق اور معاون بنا رکھا تھا۔ وہ ہر قسم کی اہانت کرتے مگر خدا کے برگزیدہ کو اس کا شیریں کلام اِنِّیْ مُہِیْنٌ مِّنْ اَزَادَ اِہَا نَتَّکَ تسلی دیتا اور کامل صبر سے ان گندی تحریروں پر سے گزر جاتے۔ ایک مرتبہ 1898ء میں مولوی محمد حسین صاحب نے اپنا ایک گالیوں کا بھرا ہوا رسالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور بھیجا۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے 27 جولائی 1898ء کے الحکم میں اس کو درج کر دیا۔ کہتے ہیں کہ آج بھی میں تیس سال کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوصلہ اور ضبط نفس اور توجہ الی اللہ پر غور کرتے ہوئے پڑھتا ہوں تو میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل جاتے ہیں۔ انہوں نے آگے شعر لکھا ہے کہ۔

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے کیا جانئے ہمیں کیا یاد آیا
پرانے واقعات یاد کر کے کہتے ہیں اب بھی مجھے رونا آجاتا ہے۔

لکھتے ہیں کہ 25 جولائی 1898ء کا واقعہ ہے جبکہ ایک شخص محمد ولد چو غطہ قوم اعوان ساکن ہموگھڑ ضلع سیالکوٹ نے مولوی صاحب کا رسالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کیا جسے مولوی محمد حسین صاحب نے بھیجا تھا۔ آپ نے وہ رسالہ لانے والے قاصد کو اس پر ایک فقرہ لکھ کر واپس کر دیا اور وہی اس کا جواب تھا۔ (مولوی محمد حسین کا جو رسالہ لے کر ان کی طرف سے آیا تھا اس پر ایک فقرہ لکھا اور واپس کر دیا کہ لے جاؤ ان کو دے دو) اور جواب مذکور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین کو پڑھ کے سنایا، (جو جواب لکھا تھا وہ پھر مجلس میں پڑھ کے سنایا گیا) اور سب نے آمین کہی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب یہ تھا کہ رَبِّ اِنَّ كَانَ هٰذَا الرَّجُلُ صَادِقًا فِیْ قَوْلِهِ فَاَکْرِمْهُ وَاِنَّ كَانَ کَاذِبًا فَخُذْهُ۔ اٰمِیْن۔ وہ خط جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مضمون لکھ کر بھیجا،

مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مخلص اور جانثار غیور فدائی کو روک دیا۔ اس پر نووارد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے کہا کہ استہزاء اور گالیاں سننا انبیاء کا ورثہ ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہم تو ناراض نہیں ہوتے۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ اول۔ صفحہ 139-138۔ روایت نمبر 148 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

یہاں تو خاکساری ہے (یعنی میری طرف سے تو خاکساری ہے، میں تو اس بات پر ناراض نہیں ہوا۔ اگر مولوی صاحب نے کچھ کیا تو انہوں نے اپنے دل کا جوش نکالا اور میں نے ان کو روک دیا)۔ وہ آگے لکھتے ہیں کہ جب اس نے ق (قاف) ادا نہ کرنے کا حملہ کیا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ لکھنؤ کا رہنے والا تو نہیں ہوں کہ میرا لہجہ لکھنوی ہو۔ میں تو پنجابی ہوں۔ فرمایا کہ حضرت موسیٰ پر بھی یہ اعتراض ہوا کہ لایکاً ڈیبین (الزخرف: 53) اور احادیث میں مہدی کی نسبت بھی آیا ہے کہ اس کی زبان میں لکنت ہوگی۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب سے جب یہ واقعہ پیش آیا تو حضرت نے اپنی جماعت موجودہ کو (جو لوگ وہاں بیٹھے تھے ان کو) خطاب کر کے فرمایا کہ میرے اصول کے موافق اگر کوئی مہمان آوے اور سب و شتم تک بھی نوبت پہنچ جاوے (یعنی گالیوں تک بھی نوبت جاوے) تو اس کو گوارا کرنا چاہئے کیونکہ وہ مُریدوں میں تو داخل نہیں ہے۔ ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اس سے وہ ادب اور ارادت چاہیں جو مُریدوں سے چاہتے ہیں۔ یہ بھی ان کا احسان سمجھتے ہیں کہ نرمی سے باتیں کریں۔ فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زیارت کرنے والے کا تیرے پر حق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر مہمان کو ذرا سا بھی رنج ہو تو وہ معصیت میں داخل ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ ٹھہریں چونکہ کلمہ کا اشتراک ہے یعنی کہ نرمی دکھائیں۔ کلمہ تو ہمارا ایک ہے۔ جب تک یہ نہ سمجھیں۔ جو کہیں اُن کا حق ہے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ 451 تا 453)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ میر شفیق احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ جب آخری دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور جا کر ٹھہرے تو میں ان دنوں خواجہ صاحب کا، (خواجہ کمال الدین صاحب کا) ملازم تھا اور حضرت صاحب کی ڈاک لا کر حضور کو پہنچایا کرتا تھا۔ اور ڈاک میں دو تین خط بے رنگ ہوا کرتے تھے۔ (جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے۔ بے رنگ خط جو ہوتے تھے ان میں عموماً گالیاں ہوا کرتی تھیں اور اپنے پاس سے پیسے دے کر اُن خطوں کو وصول کرنا پڑتا تھا)۔ کہتے ہیں دو تین خط بے رنگ ہوا کرتے تھے جو

میں وصول کر لیا کرتا تھا اور حضرت صاحب کو پہنچا دیا کرتا تھا۔ (وہ خط میں ڈاکخانہ سے وصول کرتا تھا اور حضرت صاحب کو پہنچا دیا کرتا تھا) اور حضرت صاحب مجھے ان کے پیسے دے دیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے خواجہ صاحب کے سامنے بے رنگ خط وصول کئے تو خواجہ صاحب نے مجھے روکا کہ بے رنگ خط مت لو۔ میں نے کہا میں تو ہر روز وصول کرتا ہوں اور حضرت صاحب کو پہنچاتا ہوں اور حضرت نے مجھے کبھی نہیں روکا۔ مگر اس پر بھی مجھے خواجہ صاحب نے سختی کے ساتھ روک دیا کہ یہ بے رنگ خط وصول نہیں کرنے۔ جب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ڈاک پہنچانے گیا تو میں نے عرض کی کہ حضور! آج مجھے خواجہ صاحب نے بے رنگ خط وصول کرنے سے سختی سے روک دیا ہے۔ حضور فرمائیں تو اب بھی بھاگ کر ڈاکخانہ سے لے آؤں؟ حضرت صاحب مسکرائے اور فرمانے لگے کہ ان بے رنگ خطوں میں سوائے گالیوں کے کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ خط گنہگار ہوتے ہیں۔ (نام بھی نہیں لکھا ہوتا)۔ اگر یہ لوگ اپنا پتہ لکھ دیں تو ہم انہیں سمجھا سکیں مگر شاید یہ لوگ ڈرتے ہیں کہ ہم ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہ کریں۔ حالانکہ ہمارا کام مقدمہ کرنا نہیں ہے۔ کہتے ہیں اس دن کے بعد سے پھر میں نے بے رنگ خط وصول کرنے چھوڑ دیئے۔

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم روایت نمبر 455 صفحہ 434 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ بعض دفعہ مرزا نظام الدین کی طرف سے کوئی رذیل آدمی اس بات پر مقرر کر دیا جاتا تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دے۔ (اُن کے چچا زاد تھے جو اسلام سے بھی برگشتہ تھے۔ وہ کسی کو مقرر کر دیا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دو۔) چنانچہ بعض دفعہ ایسا ہوا کہ ساری رات وہ شخص گالیاں نکالتا رہتا تھا۔ (جس کو مقرر کیا گیا ہے، وہ آپ کے گھر کے سامنے کھڑا ہے، ساری رات اونچی اونچی گالیاں نکالتا چلا جا رہا ہے)۔ اور جب سحری کا وقت ہوتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام دادی صاحبہ کو کہتے کہ اب اس کو کھانے کو کچھ دو کہ یہ ساری رات گالیاں نکال نکال کے تھک گیا ہو گا۔ اس کا گلا خشک ہو گیا ہو گا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں حضرت صاحب کو کہتی کہ ایسے کجمنت کو کچھ نہیں دینا چاہئے تو آپ فرماتے ہم اگر کوئی بدی کریں گے تو خدا دیکھتا ہے اور ہماری طرف سے کوئی بات نہیں ہونی چاہئے۔

(سیرت المہدی جلد دوم حصہ چہارم روایت نمبر 1130 صفحہ نمبر 102 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

مولوی عبدالکریم صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجلس میں آپ

کسی دشمن کا ذکر نہیں کرتے اور جو کسی کی تحریک سے ذکر آ جائے تو بُرے نام سے یاد نہیں کرتے۔ (اَوَّل تو مجلس میں کسی دشمن کا ذکر ہی نہیں کرتے اور اگر ذکر آ بھی جائے تو کبھی یہ نہیں ہوا کہ اس کو کسی بُرے نام سے پکارا ہو)۔ یہ ایک بین ثبوت ہے کہ آپ کے دل میں کوئی جلانے والی آگ نہیں۔ ورنہ جس طرح کی ایذا قوم نے دی ہے اور جو سلوک مولویوں نے کیا ہے اگر آپ اسے واقعی دنیا دار کی طرح محسوس کرتے تو رات دن گڑھتے رہتے۔ اور ہیر پھیر کر انہی کا مذکور درمیان میں لاتے۔ اور یوں حواس پریشان ہو جاتے اور کاروبار میں خلل آ جاتا۔ زٹی جیسا گالیاں دینے والا عرب کے مشرک بھی حضور سید سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل نہ لاسکے۔ مگر میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ ناپاک پرچہ اوقات گرامی میں کوئی بھی خلل کبھی بھی ڈال نہیں سکا۔ تحریر میں ان موزیوں کا بر محل ذکر کوئی دیکھے تو یہ شاید خیال کرے کہ رات دن انہی مفسدین کا آپ ذکر کرتے ہوں گے۔ (اگر کبھی تحریر میں کسی بات میں ان لوگوں کا ذکر کر دیا تو شاید خیال آئے کہ رات دن شاید انہی لوگوں کا آپ کے دل میں خیال ہوتا ہو گا، تب یہ کتابوں میں ذکر ہو گیا۔ کہتے ہیں، نہیں اس طرح کبھی نہیں ہوا) بلکہ ایک مجسٹریٹ کی طرح جو ایک مفوضہ ڈیوٹی سے فارغ ہو کر پھر کسی کی ڈگری یا dismiss یا سزا سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ وہ تو اس طرح کرتے تھے کہ جس طرح ایک مجسٹریٹ کرتا ہے، کوئی سرکاری افسر کرتا ہے کہ جو بھی اس کے فرائض میں شامل ہے وہ فیصلہ کر دیا تو پھر اُس کے بعد اُس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ (یہی حال آپ کا تھا۔ کتاب میں لکھنا تھا، لکھنے کی ضرورت محسوس کی، لکھ دیا۔ لیکن یہ نہیں ہے کہ پھر مجلسوں میں اور محفلوں میں اس کا ہی ذکر چلتا رہا ہے۔) کہتے ہیں کہ اور نہ اسے (جس طرح مجسٹریٹ کو) درحقیقت کسی سے ذاتی لگاؤ یا اشتعال ہوتا ہے اسی طرح حضرت صاحب بھی تحریر میں ابطال باطل اور احقاق حق کے لئے لوجہ اللہ لکھتے تھے۔ (یعنی کہ حق کو ظاہر کرنے کے لئے اور جھوٹ کو جھٹلانے کے لئے، اس کی حقیقت بیان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاطر لکھتے تھے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا)۔ آپ کے نفس کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز فرمایا، میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے بیٹھ کر میرے نفس کو گندی سے گندی گالی دیتا رہے، آخر وہی شرمندہ ہو گا۔ اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود از مولانا عبدالکریم صاحب ساکوٹی صفحہ 51-52) پبلشرز ابوالفضل محمود قادیان

حضرت میاں بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری جماعت

نے بھی مقابلہ کیا جس پر طرفین کے آدمی زخمی ہوئے اور بالآخر حملہ آوروں کو بھاگنا پڑا۔ چنانچہ یہ پہلا موقع تھا کہ قادیان کے غیر احمدیوں کو عملاً پتہ لگا کہ احمدیوں کا ڈر ان سے نہیں بلکہ اپنے امام سے ہے۔ اس کے بعد پولیس نے اس واقعہ کی تحقیقات شروع کیں اور چونکہ احمدی سراسر مظلوم تھے اور غیر احمدی جتھے بنا کر ایک احمدی کے مکان پر جارحانہ طور پر لاٹھیوں سے مسلح ہو کر حملہ آور ہوئے تھے اس لئے پولیس باوجود مخالف ہونے کے ان کا چالان کرنے پر مجبور تھی۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اب ہتھکڑی لگتی ہے تو ان کے آدمی حضرت صاحب کے پاس دوڑے آئے کہ ہم سے قصور ہو گیا ہے۔ حضور ہمیں معاف کر دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معاف کر دیا۔

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد اول حصہ اول روایت نمبر 140۔ صفحہ 129 تا 131 مطبوعہ ربوہ)

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں کہ میرٹھ سے احمد حسین شوکت نے ایک اخبار شحمہ ہند جاری کیا ہوا تھا۔ یہ شخص اپنے آپ کو مجدد السنۃ المشرقیہ کہا کرتا تھا۔ (یعنی کہ مشرقی زبانوں کا مجدد)۔ حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں اس نے اپنے اخبار کا ایک ضمیمہ جاری کیا جس میں ہر قسم کے گندے مضامین مخالفت میں شائع کرتا۔ اور اس طرح پر جماعت کی دل آزاری کرتا۔ میرٹھ کی جماعت کو خصوصیت سے تکلیف ہوتی۔ کیونکہ وہاں سے ہی وہ گندہ پرچہ نکلتا تھا۔ 2 اکتوبر 1902ء کا واقعہ ہے کہ میرٹھ کی جماعت کے پریزیڈنٹ جناب شیخ عبدالرشید صاحب جو ایک معزز زمیندار اور تاجر ہیں تشریف فرما تھے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ضمیمہ شحمہ ہند کے توہین آمیز مضامین پر عدالت میں نالاش کر دوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے۔ یہ گناہ میں داخل ہو گا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدم کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیں۔ (کیونکہ ایسا گندہ لٹریچر تھا کہ جو لوگ گندگی کے لحاظ سے اس لٹریچر سے واقف ہیں، وہ کہیں گے کہ اس پر ضرور مقدمہ ہونا چاہئے تھا)۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنف شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ 114-113)

پھر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حضرت مسیح موعود کی ایک نصیحت جو آپ نے اپنی جماعت کو کی لکھتے ہیں۔ مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میاں الہ دین صاحب عرف فلاسفر نے جن کی زبان کچھ آزاد واقع ہوئی ہے، مولوی عبدالکریم صاحب کی کچھ گستاخی کی جس پر مولوی صاحب کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے فلاسفر صاحب کو تھپڑ مار دیا۔ اس پر فلاسفر اور تیز ہو گیا اور برا بھلا کہنے لگا۔ جس پر بعض لوگوں نے اس فلاسفر کو خوب اچھی طرح مارا پیٹا۔ اس پر اس نے چوک میں کھڑے ہو کر رونا چلانا شروع کر دیا۔ اتنی آواز بلند ہوئی کہ

عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کے زمانے میں خصوصاً ابتدائی ایام میں قادیان کے لوگوں کی طرف سے جماعت کو سخت تکلیف دی جاتی تھی۔ مرزا امام دین صاحب (جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) اور مرزا نظام دین صاحب وغیرہ کی انگیزت سے قادیان کی پبلک خصوصاً سکھ ایذاء رسانی پر تلے ہوئے تھے۔ وہ لوگ ان لوگوں کو، سکھوں کو بھڑکاتے تھے اور وہ خاص طور پر احمدیوں کو یا جو بھی شخص حضرت مسیح موعود سے ملنے آتا تھا اسے بہت تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ اور صرف باتوں تک ایذاء رسانی محدود نہیں تھی بلکہ دنگنا ساد کرنے اور زد و کوب تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ مار پیٹ تک ہو جاتی تھی۔ اگر کوئی احمدی مہاجر بھولے سے کسی زمیندار کے کھیت میں رفع حاجت کے واسطے چلا جاتا (ہمارے دیہاتوں کے رہنے والے جانتے ہیں کہ وہاں تو باقاعدہ انتظام نہیں ہوتا) تو وہ سکھ جو تھے انہیں مجبور کرتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے اپنا گند اٹھائیں اور کئی دفعہ معزز احمدی ان کے ہاتھوں سے مار بھی کھاتے تھے، پٹ جاتے تھے۔ اور اگر کوئی احمدی ڈھاب میں سے کچھ مٹی لینے لگتا تو یہ لوگ مزدوروں سے ٹوکریاں اور کدالیں چھین کر لے جاتے اور ان کو وہاں سے نکال دیتے۔ اور اگر کوئی سامنے سے کچھ بولتا تو گندی اور فحش قسم کی گالیوں کے علاوہ اسے مارنے کے واسطے تیار ہو جاتے۔ کہتے ہیں آئے دن یہ شکایتیں حضرت صاحب کے پاس پہنچتی رہتی تھیں، مگر آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ صبر کرو۔ لوگوں کو ہمیشہ یہی نصیحت کی کہ گالیاں سنو۔ بے شک ماریں کھاؤ۔ بس صبر کرو۔ بعض جو شیلے احمدی حضرت صاحب کے پاس آتے اور عرض کرتے کہ حضور ہم کو صرف ان کے مقابلہ کی اجازت دے دیں اور بس پھر ہم ان کو خود سیدھا کر لیں گے۔ حضور فرماتے: نہیں، صبر کرو۔ ایک دفعہ سید احمد نور مہاجر کابلی نے اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ (کابل کے رہنے والے تھے، پٹھان تھے) اور مقابلے کی اجازت چاہی۔ غصے کی طبیعت تھی۔ حضرت صاحب نے فرمایا دیکھو اگر امن اور صبر کے ساتھ یہاں رہنا ہے تو یہاں رہو اور اگر لڑنا ہے اور صبر نہیں کر سکتے تو کابل چلے جاؤ۔ چنانچہ یہ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے معزز احمدی جو کسی دوسرے کی ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ ذلیل و حقیر لوگوں کے ہاتھ سے تکلیف اور ذلت اٹھاتے تھے اور دم نہ مارتے تھے۔ مگر ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک غریب احمدی نے اپنے مکان کے واسطے ڈھاب سے کچھ بھرتی اٹھائی (مکان کے لئے اس نے کچھ مٹی اٹھائی)۔ تو سکھ وغیرہ ایک بڑا جتھے بنا کر اور لاٹھیوں سے مسلح ہو کر ان کے مکان پر حملہ آور ہو گئے۔ پہلے تو احمدی بچتے رہے لیکن جب انہوں نے بے گناہ آدمیوں کو مارنا شروع کیا اور مکان کو بھی نقصان پہنچانے لگے تو بعض احمدیوں

کے اکثر پرانے دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بچا زاد بھائیوں مرزا امام الدین صاحب اور مرزا نظام الدین صاحب کو جانتے ہیں۔ یہ دونوں اپنی بے دینی اور دنیا داری کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت ترین مخالف تھے۔ بلکہ حقیقتاً وہ اسلام کے ہی دشمن تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کے لئے حضور کے گھر کے سامنے مسجد مبارک کے قریب دیوار کھینچ کر راستہ بند کر دیا۔ یہ مشہور واقعہ ہے۔ اس کی وجہ سے نمازیوں کو دقت ہوتی تھی۔ ملاقاتیوں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے آتے تھے آنے جانے میں دقت ہوتی تھی۔ اور تھوڑی سی جماعت جو تھی وہ سخت مشکل میں گرفتار تھے بلکہ سخت مصیبت میں گرفتار تھے گویا کہ قید ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے وکلاء کے مشورے سے قانونی چارہ جوئی کرنا پڑی اور لمبا عرصہ یہ مقدمہ چلتا رہا۔ پھر آخر اللہ تعالیٰ کی بشارت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس مقدمے سے فتح ہوئی اور دیوار گرائی گئی۔ حضرت مسیح موعود کے وکیل نے حضور سے اجازت لینے، بلکہ اطلاع تک دینے کے بغیر مرزا امام دین صاحب اور نظام دین صاحب کے خلاف خرچے کی ڈگری کر دی اور اس کی وجہ سے ان کی جو جائیداد تھی اس کی قرقی کا حکم جاری ہو گیا۔ اور (ان کے پاس) مرزا صاحبان کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا جو دیتے۔ انہوں نے باوجود ساری دشمنی کے جب فیصلہ حضرت مسیح موعود کے حق میں ہو گیا تو پھر لجاجت سے یہ خط لکھا کہ بھائی ہو کر اس قرقی کے ذریعے ہمیں کیوں ذلیل کرتے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ وکیل پر سخت ناراض ہوئے کہ میں نے کب کہا تھا کہ یہ مقدمہ کرو؟ فوراً یہ واپس لیا جائے اور ان کو جواب بھیجا کہ آپ بالکل مطمئن رہیں۔ کوئی قرقی وغیرہ نہیں ہو گی۔ یہ ساری کارروائی میرے علم کے بغیر ہوئی ہے۔

(ماخوذ از سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 60-59 مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو عشاء کے وقت اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام یا خواب یہ اطلاع دی تھی کہ یہ باران پر بہت زیادہ ہے اور اس کی وجہ سے مخالف رشتہ دار بہت تکلیف میں ہیں (اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اطلاع دی کہ عدالت کا قرقی کا، جائیداد بیچنے کا جو حکم ہوا یہ ان پر بہت زیادہ بار ہے اور اس کی وجہ سے رشتہ دار تکلیف میں ہیں)۔ حضرت مسیح موعود فرماتے تھے کہ مجھے ساری رات نیند نہیں آئے گی۔ اسی وجہ سے فوراً آدمی بھیجا کہ جو ان کو جا کر بتا دے کہ تمہیں سارا خرچ معاف ہے کوئی قرقی وغیرہ نہیں ہو گی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 81 مطبوعہ ربوہ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تخریر فرماتے ہیں۔ خاکسار

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE



اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اور دعا کے ساتھ گزرتی ہوئی اللہ تعالیٰ کے فضل سے 198 ممالک میں پہنچ چکی ہے، اور روز بروز یہ جماعت ترقی کر رہی ہے اور آج ہم دنیا کے ہر خطہ میں جماعت احمدیہ کو دیکھ رہے ہیں۔ اور اس ترقی نے ہی دشمن کو بوکھلا دیا ہے۔ یہ جو مخالفتیں بڑھ رہی ہیں، دشمنیاں بڑھ رہی ہیں، جماعت کے خلاف منصوبہ بندیاں بڑھ رہی ہیں، یہ صرف اس لئے ہیں کہ جماعت ان کو پھیلتی نظر آرہی ہے۔ پس یہ تخم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بویا تھا جیسا کہ آپ نے فرمایا وہ تو پھل پھول رہا ہے۔ ہاں قانون قدرت ہے کہ سرسبز اور پھلنے والے جو درخت ہوتے ہیں ان میں بھی بعض دفعہ اگاؤ کا خشک ٹہنیاں نظر آنے لگ جاتی ہیں تو درخت کا جو مالک ہے وہ ایسی ٹہنیوں کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے اور اس سے درخت کے پھل پھول لانے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پس حضرت مسیح موعود کا لگایا ہوا یہ سرسبز درخت جو ہے یہ تو صبر اور دعا کے پانی سے سینچا جا رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ پھلتا پھولتا رہے گا۔ جو شاخ بھی اس پانی سے فیض حاصل نہیں کرے گی، اُس کی حالت سوکھی ٹہنی کی طرح ہو گی اور وہ کٹ جائے گی، کاٹ دی جائے گی۔ پس ان حالات میں جبکہ احمدیت کی مخالفت میں جیسا کہ میں نے کہا تیزی آئی ہے اور مزید مخالفت بڑھ رہی ہے بلکہ بعض جگہ جہاں افریقن ممالک میں کم ہو گئی تھی، وہاں دوبارہ شروع ہوئی ہے۔ تو صبر اور دعا کے ساتھ ہر احمدی اللہ تعالیٰ سے پہلے سے بڑھ کر مدد مانگے اور اس سرسبز اور بڑھنے اور پھلنے اور پھولنے والے درخت کا حصہ بنا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

☆...☆...☆

طلوع وغروب آفتاب

غروب آفتاب	طلوع فجر	17 جولائی 2020ء	مکہ مکرمہ
19:05	04:22		مکہ مکرمہ
19:12	04:14		مدینہ منورہ
19:34	03:58		قادیان
19:14	03:38		ربوہ
21:10	03:38		اسلام آباد ٹلفورڈ

اتریں گے اور فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اتریں گے۔ فرمایا کہ اس طرح اگر کوئی اترے گا تو اُس سے کون ٹھٹھا کرے گا؟ ”پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مرے گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔“

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66-67)

اب جو یہ احمدیوں کو کہتے ہیں، اعتراض کرتے ہیں اور بعض کمزور طبع ان غیروں کی باتوں میں آجاتے ہیں کہ تم لوگ کب تک صبر کرتے رہو گے۔ میں نے پچھلے (خطبہ) میں بھی ذکر کیا تھا۔ پتہ نہیں یہ جو ہمارے نام نہاد ہمدردی کرنے والے ہیں ان کو ہماری اتنی فکر کیوں ہے؟ اپنے آپ کو سنبھالیں اور اپنی عاقبت کی فکر کریں کہ اپنی عاقبت خراب نہ ہو رہی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ مشکلات اور مخالفتیں تھوڑے عرصے میں دور ہو جائیں گی اور احمدیت کی اکثریت دنیا میں تیس سال یا چالیس سال یا سو سال میں ہو جائے گی بلکہ فرمایا کہ ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی (اور یہ حوالہ جو آپ نے لکھا ہے یہ تذکرۃ الشہادتین کا ہے جو 1903ء میں لکھی گئی تھی۔ یعنی ایک سو سات سال پہلے)۔ اور آج جماعت احمدیہ تمام مخالفتوں سے صبر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کانوں تک آواز پہنچ گئی۔ آپ نماز مغرب سے قبل مسجد میں تشریف لائے تو آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار تھے اور آپ مسجد میں ادھر ادھر ٹھٹھٹھنے لگے۔ اس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بھی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کسی کو مارنا بہت ناپسندیدہ فعل ہے اور یہ بہت بُری حرکت کی گئی ہے۔ مولوی صاحب نے فلاسفر کا گستاخانہ رویہ اور اپنی بریت کے متعلق کچھ عرض کیا۔ آپ نے بڑے غصے میں فرمایا بہر حال یہ نا واجب بات ہوئی ہے۔ جب خدا کا رسول آپ لوگوں کے اندر موجود ہے تو آپ کو خود بخود اپنی رائے سے کوئی فعل نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا۔ کہتے ہیں کہ ان باتوں پر مولوی صاحب رو پڑے اور حضرت صاحب سے معافی مانگی اور اس کے بعد مارنے والے ساروں نے، اس فلاسفر سے جس کو مارا تھا جا کر معافی مانگی اور اس کو راضی کیا بلکہ لکھا ہے کہ اُس کو دودھ وغیرہ بھی پلایا۔

(ماخوذ از سیرت الہدی حصہ دوم جلد اول روایت نمبر 437-438 صفحہ 395-394 مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”اے تمام لوگو! اُن رُکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلاوے گا اور رحمت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان؟ کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يُحَسِّدُ عَلٰی الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (یس: 31) پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اُترے اور فرشتے بھی اُس کے ساتھ ہوں اُس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔“ (یہ غیر احمدیوں کا نظریہ ہے نا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے